www.emarsiya.com

اے طبع رسا شانۂ کشِ زلف سخن ہو

مرثیہ

۱

اے طبع رسا شانۂ کشِ زلف سخن ہو — اے تختۂ قرطاس سمن رشکِ چمن ہو
اے شمع زبان روشنیٔ بزم حسن ہو — اے شاہد مضموں نئے جلوہ سے دلہن ہو
اک حور سراپا متجلّی نظر آئے
ہر لفظ کی گھونگھٹ میں تجلّی نظر آئے

۲

گلگونۂ رخسار سخن ہے ترا جلوہ — لفظوں کے لئے حسنِ حسن ہے ترا جلوہ
تزئینِ عروسانِ چمن ہے ترا جلوہ — جلوے پہ ہے جلوہ وہ دلہن ہے ترا جلوہ
خالی جو تجلّی سے ہو وہ طور نہیں ہے
بے نور ہے مجلس جو ترا نور نہیں ہے

۳

اے جانِ جہاں جان ہے تو نظم کے تن کی — رونق ہے ترے رنگ سے اس تازہ چمن کی
تجھ سے ہے چمک قافیہ سنجانِ زمن کی — گر تو نہ ہو پوچھے نہ کوئی بات سخن کی
کچھ نظم کی توقیر نہ ہو شان نہ ہوئے
پھر خاک ہے قالب میں اگر جان نہ ہوئے

۴

مشتاق ہوں گو دل مرا کاشانہ ہے تیرا — انداز حسینوں سے جداگانہ ہے تیرا
روشن ہے وہی قلب جو پروانہ ہے تیرا — مخفی ہو نہ کیوں ناز عروسانہ ہے تیرا
رہتا تیرا پردے میں کسے شاق نہیں ہے
انساں وہ نہیں جو ترا مشتاق نہیں ہے

۵

شیدا ہے خرد فکر ہوا خواہ ہے تیری — یوسفؑ کو زلیخا کی طرح چاہ ہے تیری
جو ہے پسِ صد پردہ وہ درگاہ ہے تیری — اس دل سے ہے اس دل میں نئی چاہ ہے تیری
گم رہتا ہوں جس شب ترا پہلو نہیں ملتا
سودا مجھے ہو جاتا ہے جب تو نہیں ملتا

www.emarsiya.com

(مرثیہ گو ۱۳ بند)

نام — جناب میر نواب صاحب

تخلص — مونس

(میر انیس کے چھوٹے بھائی)

والد کا نام — جناب میر مستحسن صاحب خلیق

تاریخ ولادت — ۵ محرم ۱۲۲۶ھ
فیض آباد

تاریخ وفات — ۱۲ شوال ۱۲۹۲ھ
لکھنؤ

جناب میر نواب صاحب مونس جناب میر مستحسن صاحب خلیق کے سب سے چھوٹے بیٹے اور میر انیس کے بھائی تھے۔ میر انیس آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ کے کلام میں میر خلیق اور میر انیس کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ مرثیہ خوانی میں بھی بلند درجہ رکھتے تھے۔ طبیعت بڑی باغ و بہار پائی تھی۔ شاگردوں کا حلقہ وسیع تھا۔ نشست میں آپ ہی کی وجہ سے شعراء کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ غزل اور مرثیہ موضوع بحث کرتا تھا اور اکثر مثال میں میر انیس کے شعر بھی پیش کئے جاتے تھے۔ بحث کے دوران ضرورت محسوس ہوتی تو اندر سے میر انیس کو بھی بلوا لیا جاتا تھا اور وہ اس مباحث کو حل کر دیتے تھے۔ میر مونس کے یک بعد دیگرے دو لڑکے ہوئے لیکن اولاد نرینہ نہ ہوئی۔ میر انیس کے انتقال کے بعد بہت غم زدہ رہا کرتے تھے۔ ۱۲ شوال ۱۲۹۲ھ کو اچانک حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہوا۔ میر انیس کے برابر دفن ہوئے۔

www.emarsiya.com

نام — جناب سید علی محمد صاحب
تخلص — عارف
والد کا نام — جناب سید محمد حیدر جلیس
میر انیس کے پڑپوتے
تاریخ ولادت — ۳ جمادی الاوّل ۱۲۷۶ھ
تاریخ وفات — بروز چہارشنبہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء مطابق ۱۳۳۴ھ

جناب عروج کے مادۂ تاریخ کا آخری شعر
عارف انیس عہد مثالِ نفیس بود

میر تر علی محمد عارف کی ولادت ۳ جمادی الاوّل ۱۲۷۶ھ کو ہوئی آپ میر انیس کے پڑپوتے اور سید محمد حیدر جلیس کے فرزند تھے۔ آپ ڈھائی سال ہی کے تھے کہ عالم جوانی میں والد کا انتقال ہو گیا۔ میر انیس کے حکم سے میر نفیس اپنی بیٹی اور نواسے کو اپنے یہاں لے آئے۔ مختلف لوگوں سے ان کو تعلیم دلوائی۔ عروض اور قافیہ کی کتابیں خود میر نفیس نے پڑھائیں۔ بڑے ذہین تھے۔ چودہ برس کے سن میں حسب فرمائش نانا (میر نفیس) مثنوی "من و سلویٰ" کے مصنف مفتی میر عباس کی تاریخ وفات کہی۔ مرثیہ خوب کہتے تھے اور خوانندگی بھی اس روایت کو برقرار رکھا جسے میر انیس نے قائم کیا تھا۔ آپ کے مراثی فصاحت و بلاغت سے پُر نظر آتے ہیں۔ بقول ابواللیث صدیقی "عارف کے مرثیے مرثیت سے پُر نظر آتے ہیں" علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی کا خیال ہے کہ "بعد میر نفیس کے میر نفیس کی جگہ (میری مراد علمی شاعری سے ہے) ان سے آباد تھی۔ مگر زمانے میں انکو عروج کرنا تھا' نہ امراء باقی تھے اور نہ قدر داں' بعد سلطنت سابق امراء بھی پٹ گئے۔ نہ خواجہ سرا رہے اور نہ محلاتِ شاہی۔ پھر کون پرساں حال ہوتا عارف کے مراثی سید صفدر حسین صفدر اور یوسف حسین شائق نے "معارف سخن" کے نام سے پاکستان میں شائع کر دیئے ہیں۔ چہارشنبہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو اچانک انتقال ہوا۔ میر نفیس کے برابر سپرد خاک کئے گئے۔

www.emarsiya.com

۶

کس کو ترے جلوے کا طلبگار نہ دیکھا — کس قوم میں گرفتار نہ دیکھا
کب گرم ترے حسن کا بازار نہ دیکھا — کس غیرت یوسفؑ کو خریدار نہ دیکھا
تجھ تک ہے رسائی نہ ہوس کی نہ ہوا کی
آجاتا ہے پر دل میں یہ قدرت ہے خدا کی

۷

خامہ کی زباں میں ہے تری یاد کی فریاد — بیشک یہ قلمرو ہے ترے فیض سے آباد
جلوے سے ترے شاد ہے ہر خاطر ناشاد — رنگیں تری تصویر سے ہے گلشن ایجاد
خود وجد میں ہے دل وہ تری جلوہ گری ہے
فانوس میں تو شمع ہے شیشہ میں پری ہے

۸

ہر بزم میں توقیر سخن ور ہے تجھی سے — ذاکر کا ذہن معدن گوہر ہے تجھی سے
شمشیر زباں صاحب جوہر ہے تجھی سے — سلمائے سخن کے لئے زیور ہے تجھی سے
مصرعے ہیں وہ سب خشک شجر تو نہیں جس میں
لفظیں گل کاغذ ہیں تری بو نہیں جس میں

۹

تو چاہے تو موتی کو زر تاب بنا دے — قطرے کو ابھی گوہر نایاب بنا دے
آئینہ کو مہتاب جہاں تاب بنا دے — جس خار کو چاہے گل شاداب بنا دے
نافہم کو کیا تیری لطافت کی خبر ہے
تو جان ہے اور بیت مصفا ترا گھر ہے

۱۰

دکھلا مجھے رنگینئ گل ہائے خیالی — الفاظ بھی اعلیٰ ہوں معانی بھی ہوں عالی
ہو نظم مرصع سے خجل سلک لآلی[1] — مصرعہ ہو کوئی حسن عروسی سے نہ خالی
ہر غیرت گل شیفتۂ نظم نکو ہو
مطلع جو بیت لکھوں اس میں دولہن دولہ کی بو ہو

۱۱

جب رن میں شب عقد چراغ حسنؑ آئے — شمع رخ مہتاب سوئے انجمن آئے
آئینہ لئے لیلیٔ گل پیرہن آئے — تاروں کی ردا اوڑھ کے گویا دلہن آئے
گردوں کو سنوارا چمن آرائے جہان نے
مانگ اپنی ستاروں سے بھری کاہکشاں نے

[1] جمع ہے لولو کی بمعنی مروارید

www.emarsiya.com

۱۲ مطلع

اے طبع نقاب رُخِ مضموں کو اُٹھا دے — معشوق کے جلوے سے اِن آنکھوں کو ضیا دے
سینے کو صفا قلب مکدّر کو جِلا دے — پھر تازہ سماں فصلِ بہاری کا دکھا دے
داغوں کا چمن شادیٔ قاسم میں ہرا ہو
باتیں ہوں کچھ ایسی کہ نمک بحث میں بھرا ہو

۱۳

وہ نور کواکب وہ ضیائے شبِ مہتاب — وہ دشت کی وسعت وہ صفائے شبِ مہتاب
پھولوں کی وہ پتّیں وہ ہوائے شبِ مہتاب — گیتی کا بچھونا تھا ردائے شبِ مہتاب
پُر نور سب اس ارضِ معلّیٰ کا طبق تھا
مقتل کی زمیں کیا تھی کہ چاندی کا ورق تھا

۱۴

یکسو شبِ مہتاب کا دریا میں سماں تھا — پُر نور حبابوں پہ ستاروں کا گماں تھا
عکسِ رخِ مہتاب و کواکب جو عیاں تھا — اِک نور کا لشکر تھا کہ پانی پہ رواں تھا
نازاں تھی یہ ماہی کہ ستاروں کی جھلک ہوں
دریا کو یہ تھا جوش کہ میں رشکِ فلک ہوں

۱۵

مہتاب کی ضو نور جو برساتی تھی ہر بار — رشکِ شجرِ طور تھے اس دشت کے اشجار
جلوہ تھا وہ صحرا میں کہ سطحِ خطِ گلزار — وہ چاندنی وہ بوقلمو دامنِ کہسار
خوش رنگ زمرد تھے کہ پتّے شجروں کے
ہیرے کا پتہ دیتے تھے خوشے ثمروں کے

۱۶

شادی کی جو ہر سمت نوید آئی ہوئی تھی — باغوں میں برابر چمن آرائی ہوئی تھی
جو شاخ تھی مُجرے کو وہ خم کھائی ہوئی تھی — خود نکہتِ گل شام سے اترائی ہوئی تھی
پھولوں سے لپٹ کر جو ہوا چلتی تھی بن کی
آجاتی تھی بو دامنِ صحرا سے دلہن کی

۱۷

اس شب سے جو تھی دستِ گریباں سحرِ غم — ثابت تھا کہ توام ہے سدا شادی و ماتم
تھی انجمنِ انجم کی اُدھر درہم و برہم — تھی سر قمر بڑھ کے گھٹی جاتی تھی ہر دم
منحوس جو تھا چاند شہنشاہِ عرب کا
پرتو رخِ خورشید پہ تھا دامنِ شب کا

www.emarsiya.com

۱۸ مستانہ ہوا چلتی تھی پر آب سے باہر رخ صاف تھا دریا کا مگر قلب مکدر
صحرا کے درختوں کو ہر اک برگ تھا خنجر خشکیدہ ہوئے جاتے تھے کھل کھل کے گلِ تر
ہر گل پہ گرد غم و افسوس پڑی تھی
ہر گل تھی ہر اک شاخ مگر اوس پڑی تھی

۱۹ پھولوں سے عیاں تھے طرب و رنج کے آثار سرخی رخ لالہ پہ مگر داغ نمودار
ہر چند کہ رنگیں تھی قبائے گلِ بیمار پر آتش غم سے عرق آجاتا تھا ہر بار
عشرت میں جو کہ بوئے عزا پاتی تھی نرگس
بیمار تھا دل زرد ہوئی جاتی تھی نرگس

۲۰ سنبل کا تھا یہ رنگ میان چمنستاں گیسو تو سنوارے تھے مگر دل تھا پریشاں
گریاں تھی کبھی دیدۂ نرگس کبھی حیراں جب ہنس لئے غنچے تو ہوئے چاک گریباں
طاؤس کو تھا وجد مگر اشک رواں تھے
بلبل کے ترانوں میں بھی مضمون فغاں تھے

۲۱ شاداب تو سب گل تھے ٹپکتا تھا مگر غم چھڑکاؤ میں مصروف تھی کیا روتی تھی شبنم
دل ہاتھوں سے ملتا تھا حنا کا کوئی پیہم اور قلب صنوبر پہ چھری چلتی تھی ہر دم
دولہہ کے گلے کا جو اجل ہار ہوئی تھی
تمری بھی ہر اک غم میں گرفتار ہوئی تھی

۲۲ تحریر کیا ہو حال خیام شہ مظلوم شادی کا بھی ہنگامہ تھا ماتم کی بھی تھی دھوم
افراط الم میں نہ خوشی ہوتی تھی معلوم بیساختہ کچھ قلب ہوئے جاتے تھے مغموم
خوش دل ہوا جو غم کے بھی پہلو نکل آئے
گر کوئی ہنسا چشم سے آنسو نکل آئے

۲۳ وہ رات جو تھی قائم نوشاہ پہ بھاری کہتے تھے حرم خیر کرے ایزد باری
شادی میں علامت تھی غم و رنج کی ساری نالے تھے کبھی بزم طرب میں کبھی زاری
جو بی بی تھی ماتم کی وہ تصویر بنی تھی
اس بیاہ میں نوبت کے عوض سینہ زنی تھی

www.emarsiya.com

۲۴

دیتی تھی وہ شادی خبر مرگ جوانی تھا فرش مصفا صف ماتم کی نشانی
کشتی میں کفن تھا کہ وہ پوشاک شہانی کافور کی بو تھی عوض عطر فشانی
میت کا عمامہ ہے یہ پگڑی سے عیاں تھا
سہرے پہ بھی تابوت کے سہرے کا گماں تھا

۲۵

تھی بزم طرب بزم غم قاسمؑ ذی شاں مہمان تھے ملال و الم و حسرت و حرماں
اندھیر تھی پروانوں سے تنویر چراغاں حیراں ہوں عروسی تھی کہ تھا عرس کا ساماں
پایاں تھا نہ شادی کا تو غم کی بھی نہ حد تھی
مسند کے قریں شمع ہر اک شمع لحد تھی

۲۶

کہتی تھی یہ نوشاہ کی ماں بیکس و ناکام کیوں بی بی شادی کا یہ ہے کونسا ہنگام
سب غم میں ہیں راحت ہے کسی دل کو نہ آرام منھ ڈھانپتی تھی زوجۂ مسلمؑ سحر و شام
شرمندہ ہوں کچھ بس نہیں حکم شہ دیں سے
چار آنکھ نہ ہوگی میری اس سوگ نشیں سے

۲۷

گھر لٹ گیا بیکس کا مصیبت ہے یہ کیا کم غربت میں رنڈاپے کا الم بیٹوں کا ماتم
اور دوسرے نرغے میں ہیں سلطان دو عالم ورنہ ہے نہ پانی نئے صدمے ہیں نئے غم
دو دن سے سکینہؑ کو اور اصغرؑ کو عطش ہے
جھولے میں وہ مرتا ہے یہ آغوش میں غش ہے

۲۸

اس وقت میں یہ بیاہ قیامت ہے غضب ہے تمکیں ہوں خوشی عقد پسر کی مجھے کب ہے
کیا ہوگا دم صبح عجب رنج و تعب ہے خود کہتے تھے حضرتؑ کہ یہ شب مثل کی شب ہے
بچھ جائیں گی ماتم کی صفیں اہل حرم میں
کل خلد میں ہم ہوئیں گے تم قید ستم میں

۲۹

کچھ شب تھی کہ داخل ہوئے شبیرؑ محل میں پھیلی رخ پر نور کی تنویر محل میں
خل پڑ گیا آئے شہ دلگیر محل میں ہونے لگی اس عقد کی تدبیر محل میں
مطلب پسر فاطمہؑ کا پا گئی زینبؑ
کچھ فرق سے بیٹھی تھی قریب آگئی زینبؑ

www.emarsiya.com

۳۰ فرمایا بہن مادرِ قاسمؑ کو بلاؤ اٹھکر کہا زینبؑ نے کہ بی بی ادھر آؤ
آئیں وہ تو حضرت نے دیا حکم کہ جاؤ بن باپ کے فرزند کو نوشاہ بناؤ
کم رہ گئی شب صبح خدا جانے کہ کیا ہو
یہ فرض بھی بہتر ہے کہ اب جلد ادا ہو

۳۱ مخفی نہیں کچھ تم پہ ہے ظاہر مرا احوال ممکن ہے نہ خلعت نہ جواہر نہ زر و مال
گھر بھی نہیں پردیس میں ہے فاطمہؑ کا لال کرتا ہے عملِ حکم برادر پہ پھر خیال
گھیرے ہیں لعیں زیست سے بر خاستہ دل ہوں
قاسمؑ سے بھی محجوب ہوں تم سے بھی خجل ہوں

۳۲ کی عرض کہ اس بندہ نوازی کی میں قرباں آقا وہ غلام آپ کا میں تابعِ فرماں
تو قیر عطا کی اُسے تھوڑا ہے یہ احساں صدقے گئے لعل و گہر اے سرورِ ذی شاں
سرسبز ہو فرزند وہ سامان کروں گی
دولہہ میں بنا کر اسے قربان کروں گی

۳۳ یہ کہتی ہوئی واں سے اٹھی زوجۂ شبّرؑ فرزند کو نوشاہ بنانے لگیں جا کر
مجلے میں اِدھر بانوئے فرزند پیمبرؐ بیٹی کو بناتی تھیں دلہن بادلِ مضطر
تن غرق جواہر تھا رد انور فشاں تھی
چہرے سے مگر شانِ رشادت کی عیاں تھی

۳۴ نوشاہ کی مادر کا یہ احوال تھا اس دم اُمید بر آئی تھی یہ تھا یاس کا عالم
سلجھائے جو گیسو تو اُلجھنے لگا کچھ دم سرمہ جو دیا خود بخود آنکھیں ہوئیں پُرنم
رونے کو کیا ضبط ملا دیدۂ تر کو
دیکھا نہ گیا پاس سے اس نور نظر کو

۳۵ بے وجہ نہ دولہہ کی ماں مضطر و غمناک گویا کوئی کہتا تھا کہ ساماں ہے یہ سب خاک
دل ٹکڑے ہوا دیکھتے ہی بیاہ کی پوشاک خلعت جو پنہایا تو جگر ہو گیا صد چاک
نوحے تھے یہ اس دم حسنِ سبز قبا کے
دولہہ کا گریباں ہے پنجہ میں قضا کے

www.emarsiya.com

سہرا جو بندھا نور کی دستار پہ زرتار — خورشید کا جلوہ نظر آنے لگا اک بار
مانگی یہ دعائیں تھیں کہ اے کل کے مددگار — اس سر کی بلائے کے مرے یہ جگر افگار
دل روتا تھا انجام پہ اس تشنہ جگر کے
باندھا جو کمر بند پھریں گرد پسر کے

۳۷ نوشاہ بنا شاہِ دو عالم کا جو دلدار — اشکوں کے چھاور کئے سب نے در شہوار
باغ اسد اللہ میں یہ غل ہوا اک بار — سرسبز رہے سیدِ مسموم کا گلزار
وہ بیاہ ہے جس بیاہ کی حسرت تھی محمدؐ کو
دولہہ کو ہمایوں ہو مبارک ہو دولہن کو

۳۸ نوشاہ کو خالق نظرِ بد سے بچائے — بوٹا سی دولہن لے کے مدینہ یہ جائے
ایام بہاری میں خزاں اس پہ نہ آئے — دنیا میں ثمر باغ جوانی کا یہ پائے
خندہ رہیں اس گل کے ہوا خواہ ہمیشہ
گلبرگ کو سہاگن رکھے اللہ ہمیشہ

۳۹ یارب رہے گھر شبرؑ و شبیرؑ کا آباد — ناشاد نہ ہوئے کبھی یہ غیرتِ شمشاد
پیغام اجل ماں کے لئے ہے غمِ اولاد — اس رانڈ ضعیفہ کی ریاضت نہ ہو برباد
فرزند خردمند ہو دولت یہی بس ہے
اک عمر سے پوتے کی کھلانے کی ہوس ہے

۴۰ اس ذکر پہ زینبؑ کے جو آنسو ہوئے جاری — سنبھلے نہ جگر رونے لگیں بی بیاں ساری
دل تھام کے تب بیوۂ شبیرؑ یہ پکاری — ہے ہے مرے بچے یہ کیا بیاہ ہے بھاری
مر جاؤں گی کیوں ہوش میرے کھوتے ہو لوگو
دولہہ کی طرف دیکھ کے کیوں روتے ہو لوگو

۴۱ وسواس مجھے آتا ہے آنسو نہ نکالو — ہے بدشگونی بہر خدا رونے کو ٹالو
دل میرا دھڑکتا ہے کلیجے کو سنبھالو — دم تن سے نکلتا ہے نہ گردش میں ڈالو
آئی ہے بلا کچھ تو یہ احسان کرو لوگو
میں رانڈ ہوں پہلے مجھے قرباں کرو لوگو

www.emarsiya.com

۴۲

رو کر کہا زینب نے کہ تم کیوں ہو میں مضطر — یہ گریۂ شادی ہے جو سب روتے ہیں خواہر
بیتابی میں تسکین ہوئی کچھ دل کو یہ سن کر — آئے شہِ مظلوم نہوڑائے ہوئے سر
سب چھوٹے بڑے شاہ کی تعظیم کو اٹھے
قاسمؑ بھی چچا جان کی تسلیم کو اٹھے

۴۳

جب عقد پڑھا اور گئے باہر شہِ عالم — بٹھلا دیا مسند پہ دولہن دولہہ کو باہم
قاسمؑ بنے رونے لگے اسوقت بصد غم — شادی کا وہ گھر سب کو ہوا خانۂ ماتم
گھبرا گئی ماں رنگ اڑا شہ کی بہن کا
منھ چاند سا فق ہو گیا گھونگھٹ میں دلہن کا

۴۴

مادر نے کہا روتے ہو کیوں تم پہ میں قرباں — کی عرض کہ بابا ہمیں یاد آ گئے اماں
فرزند کی شادی کا انہیں تھا بہت ارماں — روتے ہیں کہ جیتے نہ ہوئے والدِ ذی شاں
جب مر گئے پھر کیسی خوشی بیاہ کہاں کا
افسوس عجب رنگ ہے گلزارِ جہاں کا

۴۵

ماں بولی یہ صدمہ ہے بجا اے مرے پیارے — قائم رکھے حضرت کو خدا سر پہ ہمارے
کیا عمر تھی جب باپ زمانے سے سدھارے — اس ناز سے پالا کہ ہوئے آنکھوں کے تارے
شفقت بھی محبت بھی تمھیں یاد نہ ہوگی
بابا کی تو صورت بھی تمھیں یاد نہ ہوگی

۴۶

خالی ہوا جب حضرتِ شبرؑ سے زمانہ — شبیر نے بیٹوں سے زیادہ تمھیں جانا
اک دم بھی گوارا نہ کیا اشک بہانا — منظورِ نظر تم کو ہوا جو وہی مانا
ظلِ کرم خالقِ اکبر انھیں سمجھو
میں مٹ گئی اب باپ سے بہتر انھیں سمجھو

۴۷

بچپن میں جو سر پر سے اٹھا باپ کا سایہ — راتوں کو چچا نے تمھیں چھاتی پہ سلایا
جب بیاہ کے قابل ہوئے پروان چڑھایا — ممتاز ہوئے مرتبہ داماد کا پایا
شفقت ہے وہی گو کہ مصیبت میں پڑے ہیں
تم پر مری جاں حق شہِ والا کے بڑے ہیں

www.emarsiya.com

۴۸

ہر بی بی کو سن کر یہ بیاں آگئی رقت — اک غم کا مرقع ہوئی شادی کی وہ صحبت
تھی آرسی مصحف کی عروسی میں یہ صورت — سکتہ جو دولہن کو تھا تو نوشاہ کو حیرت
مصحف کے عوض رخ تھا جگر بند حسنؑ کا
اور آئینہ آئینۂ زانو تھا دولہن کا

۴۹

سرمہ بھی لگائے تھی نہ بنت شہ عالی — دنیا اسے سب رات سے کہتی تھی آنکھوں کی لالی
کیا کام اسے مہندی سے جو ہو پیسنے والی — تھی ہاتھوں کے ملنے سے کف دست میں لالی
آنسو تھے رواں مستقل اس رشک چمن کے
سہرا تھا نقط موتیوں کا منہ پہ دولہن کے

۵۰

سب کہتے تھے جھک جھک کے دولہن کھول دو آنکھیں — دستور ہے اے غنچہ دہن کھول دو آنکھیں
فرماتی تھیں حضرت کی بہن کھول دو آنکھیں — کہتا تھا یہ دلبند حسنؑ کھول دو آنکھیں
چاہا کہ حیا میں نہ سر مو خلل آئے
آنکھیں تو نہ کھولیں مگر آنسو نکل آئے

دولہ نے جو دیکھا کہ یہ اشک آنکھ سے جاری — گویا دل بیتاب پہ برچھی لگی کاری
رو کر کہا شادی ہے غم انگیز ہماری — منہ ڈھانپے ہوئے کرتی ہیں یہ گریہ وزاری
جوش آیا ہے رقت کا تو اب دیکھیں گی ہم کو
مقتل سے جب آئینگے یہ تب دیکھیں گی ہم کو

اٹھ اٹھ کے دولہن دولہ کو دیں سب نے دعائیں — ماں نے کہا بانو بھی گلے ان کو لگائیں
زہرا کی صدا آئی کہ زینبؑ ادھر آئیں — لے لیں مری جانب سے بھی دولہ کی بلائیں
بے جا نہیں مغموم جو نوشاہ ہوا ہے
ماتم کی صفیں بچھنے کو یہ بیاہ ہوا ہے

۵۲

سب رسم عروسی کی ادا ہو چکی جس دم — جھرمٹ وہ ستاروں کا ہوا درہم و برہم
ہر بی بی کی تسلیم کو نوشاہ ہوئے خم — مجرے کو گئے پھر طرف قبلۂ عالم
سر نذر کیا سرو گلستان حسنؑ نے
فردوس سلامی میں دیا شاہ زمن نے

www.emarsiya.com

۵۴

اِس طرح جو شادی کی وہ شب ہو گئی آخر — مشرق سے بیاض سحر نم ہوئی ظاہر
جھونکے وہ چلے بادِ صبا کے متواتر — باغوں میں کھلے پھول چہکنے لگے طائر
جھک جھک گئے پتے بھی شگوفے بھی ثمر بھی
خم ہو گئے خالق کی عبادت میں شجر بھی

۵۵

ہر گل سے ہویدا تھی زبس قدرتِ داور — طاؤسِ چمن وجد میں تھے کھولے ہوئے پر
نالاں کہیں بلبل تھی کہیں مرغِ منور — دم بھرتے تھے یا ہو کا کسی سمت کبوتر
عاجز تھے وہ دنیائے کمالِ صمدی میں
معروف تھے سب حمد جنابِ احدی میں

۵۶

تھا محوِ ثنا کوئی کوئی صرفِ مناجات — خالی تھی نہ آیاتِ الٰہی سے کوئی بات
کہتا تھا کوئی پاک و منزہ ہے تیری ذات — دیتا تھا صدا کوئی کہ یا سامع الاصوات
حقا کہ یہ سب تیری ہی قدرت کا سماں ہے
تو ہی چمن آرائے گلستانِ جہاں ہے

۵۷

طائر کوئی کہتا تھا یہ پھیلائے پر و بال — رازق تری مدحت میں زباں ہیں سبھی لال
اڑتے پھریں گر غرب سے تا شرق مہ و سال — ہم کیا تری قدرت کا کسی پر نہ کھلے حال
دم عشق کا بھر کر کبھی چپ رہتا تھا کوئی
سبحانک لا علم لنا کہتا تھا کوئی

۵۸

کوکوئی صدا فاختہ دیتی تھی ہر اک بار — جز حمد نہ تھا سرو سے قمری کو سروکار
انگشتِ شہادت کو اٹھائے ہوئے تھے خار — گویا انہیں تھا وحدت اللہ کا اقرار
طاعت میں جھکے یوں شجر اور جھوم کے اٹھے
سجدے کو جس طرح کوئی چوم کے اٹھے

۵۹

صف بستہ تھے اشجار پئے طاعتِ داور — سبزا تھا کہ اک سبز مصلا تھا سراسر
سجدے کے لئے ڈالیاں جھکتی تھیں برابر — ہر دم تھے ریاضت میں عرق ریز گلِ تر
مرغانِ چمن کلمۂ حق بول رہے تھے
تسبیح کو غنچے بھی دہن کھول رہے تھے

www.emarsiya.com

۶۰

سرسبز وہ گلزار وہ پھولوں کی نزاکت ریحاں کی وہ خوشبو کہ ملے روح کو راحت
وہ سرد ہوا اور وہ شبنم کی لطافت آجاتی تھی نرگس کے بھی آنکھوں میں طراوت
ہر برگ تر و تازہ تھا ہر شاخ ہری تھی
خاروں کی بھی خشکیدہ زبانوں میں تری تھی

۶۱

بکھرے ہوئے ہر رنگ کے گل تھے جو زمیں پر گویا کہ جواہر تھا وہ زیبِ تنِ دلبر
رنگت میں جدا گانہ مگر قدر میں ہمسر وہ زرد یہ اخضر وہ گلابی تو یہ احمر
ہر شاخ کلی رشکِ عقیقِ یمنی تھی
گلشن کی زمیں بھی دلہن اس روز بنی تھی

۶۲

ناگاہ اٹھا شور اذاں فوج خدا سے دل ہل گئے تکبیر کے نعروں کی صدا سے
آوازِ درود آنے لگی ارض و سما سے آمادۂ طاعت ہوئے دو روز کے پیاسے
کاندھے پہ عبا ڈال لی ہر عاشقِ رب نے
تھا قحط جو پانی کا تیمم کیا سب نے

۶۳

پائی جو اذاں اور اقامت سے فراغت قائم ہوا قبلہ کی طرف رکنِ امامت
آگے تو امام دو جہاں پیچھے جماعت سجادے بچھے جم گئی صف بندھ گئی نیت
کیا صاحبِ اقبال و شرف وہ شرفا تھے
قبلہ کی طرف منہ تھے تو دل سوئے خدا تھے

۶۴

جاں آگئی فاقوں میں خدا کا جو لیا نام سوروں جو پڑھے پیاس میں کوثر ہوا انعام
راکع ہوئے سب منتخبِ دفترِ اسلام جھک جھک گئے سجدوں میں برابر وہ خوش انجام
قدسی بھی یہ کہتے تھے کہ طاعت ہو تو ایسی
معبود ثنا خواں ہے عبادت ہو تو ایسی

۶۵

خالق کے فریضے کو ادا کر چکے جس دم اوراد میں مصروف ہوئے قبلۂ عالم
انصار دعا کرنے لگے حق سے یہ باہم تو سب کی مدد کیجیو اے خالقِ اکرم
غربت زدہ و بیکس و مغموم و حزیں ہیں
نصرت ہمیں دے آج کہ ہم نامِ حسیں ہیں

www.emarsiya.com

۶۶ جنت کے در اُن کے لئے وا ہو گئے یکبار
از بسکہ حق آگاہ تھے وہ حق کے طلبگار
بولا یہ ہر اک دیکھ کے فردوس کا گلزار پھل مل گیا طاعت کا ہے رحمتِ غفار
دل وجد میں تھے لطف خدائے دو جہاں پر
اللہ واللطیف تھا لبعبادہ تھا زباں پر

۶۷ تن کر کوئی کہتا تھا کہ مر جائیں گے واللہ پڑھتا تھا مجاہد کوئی قل انّ ید اللہ
کہتا تھا کوئی قاری قرآں عظم اللہ جاری تھے کسی لب پہ توکلت علی اللہ
غل تھا کہیں یارب کا کہیں صلِ علیٰ کا
برپا تھا کہیں شور رضینا بقضا کا

۶۸ سجادۂ طاعت سے اُٹھے سبطِ پیمبرؐ رخصت کو گئے خیمہ میں برپا ہوا محشر
وہ حال بہ تفصیل لکھوں گر تو ہو دفتر مجمل ہے بس اتنا کہ حرم پیٹتے ہیں سر
دلسل تھیں یہ احوال تھا حضرتؑ کی بہن کا
نزدیک تھا دم گھٹ کے نکل جائے دلہن کا

۶۹ سمجھا کے حرم کو شہِ ذی شاں نکل آئے جیسے کبھی چھپ کر مہ تاباں نکل آئے
مانند سحر چاک گریباں نکل آئے مغموم گئے گھر میں پریشاں نکل آئے
غل پڑ گیا لا دو شہ ذی شاہ کا گھوڑا
جو خاص ہے گھوڑوں میں شہنشاہ کا گھوڑا

۷۰ حاضر ہوا در پر فرسِ احمدِ مختار کس اوج سے وہ فخرِ سلیماں ہوا اسوار
پٹری کے جماتے ہی ہوا ہو گیا رہوار کھولے تھا علم فرقِ ہمایوں پہ علمدار
دامن تھا کہ پھیلائے تھی اڑنے کو پری یہ
گوشہ تھا ادھر دوش نسیم سحری پر

۷۱ وہ جاہ و حشم اور وہ شکوہِ شہِ ذی شاں گلگوں وہ عمامہ وہ قمیضِ مہ کنعاں
خوشبو وہ قبا کی کہ چمن جس پہ ہو قرباں وہ حسن وہ شاہانہ جلوس اور وہ ساماں
خوش رو تھے ستاروں کی طرح ماہ کے ہمراہ
غل تھا کہ برات آتی ہے نوشاہ کے ہمراہ

www.emarsiya.com

۷۲

پہونچے سرِ میداں جو شہنشاہ سرافراز — خونریزی پہ واں لیس ہوئے سب قدرانداز
ڈنکا ہوا تیار آئے لڑائی ہوئی آغاز — جانوں کو فدا کرنے لگے صفدر و جانباز
کب تاب تحمل تھی کسی اہلِ وفا کو
اک مرتا تھا اور دوسرا جاتا تھا دغا کو

۷۳

جس وقت ہوا خاتمۂ لشکرِ اسلام — جانے لگے جنت میں عزیزان خوش انجام
کام آ چکے جب دم پسرِ زینبؑ ناکام — صدمے سے ہوا زرد رخ قاسمؑ گلفام
اشک آنکھوں میں بھر کر شہ ابرار کو دیکھا
لاشے کبھی دیکھے کبھی تلوار کو دیکھا

۷۴

ہمشیر کے پرسے کو چلے روتے ہوئے شاہ — مڑ کر کہا قاسمؑ سے کہ آؤ میرے ہمراہ
جا کر درِ دولت پہ جو ٹھہرے شہ ذی جاہ — قدموں پہ گرے گرد پھرے قاسمؑ نوشاہ
منت کبھی کی ہاتھ کبھی جوڑ کے روئے
اس وقت تو شبیرؑ بھی منہ موڑ کے روئے

۷۵

تعویز دکھایا تو یہ بولے شہ دلگیر — ہے نقش میرے دل پہ جو کچھ اس میں ہے تحریر
بچھڑو گے چچا سے نہ چلے گی کوئی تدبیر — مٹنے کا نہیں اے بنے قاسمؑ خطِ تقدیر
ماں بیوہ ہے اس سے جو رضا لاؤ تو جاؤ
روکیں گے نہ ہم خیمہ میں ہو آؤ تو جاؤ

۷۶

رخصت کو گیا خیمہ میں لختِ دلِ شبیرؑ — دیکھا صفِ ماتم پہ ہیں سب کھولے ہوئے سر
ماں ان کی ادھر ہیں تو ادھر بانوئے بے پر — روتی ہیں جگر تھامے ہوئے زینبؑ مضطر
ماتم ہے کبھی اور کبھی فریاد و فغاں ہے
ایک ایک سے بیٹوں کی شجاعت کا بیاں ہے

۷۷

پرسے کے لئے بیٹھ گئے قاسمؑ نوشاہ — روئے کبھی کھینچی دلِ غمگیں سے کبھی آہ
اس وقت تو بیتاب ہوئیں زینبؑ ذی جاہ — منہ ڈھانپ کے چلائیں کہ ماتم ہے یہ جانکاہ
دنیا سے پسر ارماں میرے دلبر گئے قاسمؑ
میں لٹ گئی دو شیر مرے مر گئے قاسمؑ

www.emarsiya.com

۷۸
قاسمؑ نے کہا کاہشِ جاں ہے الم اِن کا
مر کر بھی بھتیجے جان نہ بھولے گا غم ان کا
وہ دبدبہ وہ شان وہ جاہ و حشم اِن کا
اس عمر میں لاکھوں سے وہ لڑنا بہم ان کا
میداں میں جگر داروں کے جی چھوٹ گئے تھے
ضربیں تھیں کہ فوجوں کے پرے ٹوٹ گئے تھے

۷۹
وہ نعرۂ شبیرانہ وہ ساتھ کی لڑائی
آگے ہی بڑھاتا تھا قدم بھائی سے بھائی
ہر ہاتھ میں تھی دست یداللہ کی صفائی
رن کانپتا تھا دیتے تھے کفار دہائی
غل تھا کہ یہ بچے ہیں کسی حق کے ولی کے
کہتی تھی جلالت کہ نواسے ہیں علیؑ کے

۸۰
چھوٹے تھے مگر کر گئے دنیا میں بڑا نام
اک ہم ہیں کہ تقدیر نے رکھا ہمیں ناکام
رخصت کا ہوا ہے تو عجب وقت سرانجام
جب جا چکے فردوس میں حضرت کے گل اندام
لاشہ وہ ہمارا جو اٹھاتے تو بجا تھا
بعد ان کے مریں ہم یہ مقدر میں لکھا تھا

۸۱
افسوس کہ بچوں کو لعیں خون میں ڈبوئیں
ہم آپ کے پہلو میں انھیں بیٹھ کے روئیں
لازم ہے کہ اس داغ میں جاں اپنی بھی کھوئیں
جائے ہیں بہت قبر میں منہ ڈھانپ کے سوئیں
ہم چشموں سے آنکھیں نہ چرائیں تو کریں کیا
مرنے کی اجازت ہی نہ پائیں تو کریں کیا

۸۲
دی ہے ابھی حضرت نے ہمیں جنگ کی رخصت
اب بہر خدا آپ بھی دیں رن کی اجازت
زینبؑ نے یہ بھاوج سے کہا تھام کے رقت
اب میری طرح آپکی بھی لٹتی ہے دولت
ہے شوق اجل زیست سے بیزار ہوئے ہیں
لو شاہ بھی مر جانے پہ تیار ہوئے ہیں

۸۳
ماں نے کہا تم پر بھی مناسب ہے سدھاریں
جو عونؑ و محمدؑ کے ہیں قاتل انھیں ماریں
عترت کا یہی وقت ہے ہمت کو نہ ہاریں
احسان ہو مادر پہ جو سرِ شاہؑ پہ واریں
زہرا کا پسر آج گرفتارِ محن ہے
اب موت بھی آئے تو یہ سمجھیں کہ دلہن ہے

www.emarsiya.com

۸۴
دو بھائی ابھی مر گئے غم کھائیں نہ کیوں کر — عمّو پہ برا وقت ہے گھبرائیں نہ کیوں کر
مَردوں کا یہی کام ہے کام آئیں نہ کیوں کر — جینے کا مزا خاک ہے مر جائیں نہ کیوں کر
جو بات سُبک ہو وہ گوارا نہیں کرتے
جانباز کبھی جان کو پیارا نہیں کرتے

۸۵
زینبؑ کا جگر ہل گیا سُن سُن کے یہ تقریر — ہنس پیٹ کے بانوؑ نے کہا واہ ری تقدیر
نوشاہ کو نوشاہ کی ماں مضطر و دلگیر — واں لے گئیں روتی تھی جہاں دخترِ شبیرؑ
فرمایا کب آؤ گے یہ بتلا کے سدھارو
گھونگھٹ میں دولہن روتی ہے سمجھا کے سدھارو

۸۶
دولہے نے کہا شرم سے گردن کو جھکا کر — سمجھاؤں گا میں انکو بھلا آپ سے بہتر
مجھکو تو یقین ہے کہ یہ ہیں عاشقِ سرور — خود ہونگی رضامند کہ ہم صدقے ہوں اُنپر
جلّادوں کے نرغے میں شہِ جن و بشر ہیں
بندے کے تو عمّو ہیں اور انکے پدر ہیں

۸۷
دونوں پہ ہیں واللہ حقوق شہِ عالم — یہ صبر کریں جان فدا ان پہ کریں ہم
ہر چند کہ ہے ان کی جدائی کا بڑا غم — لیکن مددِ دلبرِ زہراؑ ہے مقدّم
جینا ہے یہ مرنا جو سعیدِ ازلی ہوں
راضی ہوں بتول ان سے خوش ہم سے علیؑ ہوں

۸۸
سب قافلہ فردوس کو راہی ہے کریں کیا — اولادِ محمدؐ پہ تباہی ہے کریں کیا
خود ہم نے جدائی نہیں چاہی ہے کریں کیا — ہوتا ہے وہ جو حکم الٰہی ہے کریں کیا
تقدیر سے کچھ زور ہمارا ہو تو کہدیں
مرنے کے سوا کچھ ہمیں چارا ہو تو کہدیں

۸۹
جوں جوں یہ بیاں کرتا تھا لختِ دلِ شبیرؑ — چہرہ ہوا جاتا تھا دولہن کا متغیّر
ہر بات چھری تھی تو ہر اک حرف تھا نشتر — رہ جاتا تھا پہلو میں تڑپ کر دلِ مضطر
کہتی تھی حیا نالۂ جانکاہ نہ نکلے
دم گھٹ کے نکل جائے مگر آہ نہ نکلے

www.emarsiya.com

۹۰

کہتا تھا جگر بر میں کہ خوں ہوتا ہوں میں اب — دل تڑپا تھا کہ چلے تاب و تواں سب
کہتا تھا تحمل یہ جفا مجھ سے اٹھے کب — گبرا کا سخن تھا کہ اٹھالے مجھے یا رب

پیوند زمیں سامنے دولہا کے دلہن ہو
رنڈسالے سے پہلے میری پوشاک کفن ہو

۹۱

یارب مجھے پردیس میں مضطر نہ پھرانا — بازار میں بے مقنع و چادر نہ پھرانا
حیدر کی بہو پوتی مجھے دردر نہ پھرانا — اک رات کی بیاہی کو کھلے سر نہ پھرانا

رشتے میں ہوں میں بادشہ عقدہ گشا کے
رسّی سے بندھیں ہاتھ نہ پابند حیا کے

۹۲

دل میں یہ دلہن کہتی تھی اور قاسم جرار — آمادہ تھے سر دینے پہ مرجانے پہ تیار
اٹھے کبھی گھر بیٹھ گئے ٹیک کے تلوار — ماں سے کبھی یہ عرض کی بادیدۂ خونبار

نرغے میں ادھر جان ہے حسرت میں ہماری
کیوں والدہ کیا دیر ہے رخصت میں ہماری

۹۳

ماں نے کہا میں کچھ نہیں اب کہنے کی واری — اس امر میں تم اور دلہن جانیں تمہاری
کہکر یہ سخن ہٹ گئیں کرتی ہوئی زاری — گبرا پہ ادھر اور بھی رقت ہوئی طاری

دل آب ہوا رونے پہ اس تشنہ دہن کے
نوشاہ نے سر رکھ دیا قدموں پہ دلہن کے

۹۴

رو کر کہا اے شمع سر پردۂ عصمت — ہم سر نہ اٹھائیں گے جو تم دو گی رخصت
عباسؑ طلب کر رہے ہیں رن کی اجازت — مارے گئے وہ بھی تو نہیں جینے کے حضرت

صدقے ہوں دعا تھی یہی دن رات ہماری
تم چاہو تو رہ جائے ابھی بات ہماری

۹۵

سر کا لیا شرما کے دلہن نے قدم اپنا — دولہا نے کہا حال کہیں کس سے ہم اپنا
اب کوچ کو کی دم میں ہے سوئے عدم اپنا — کچھ ہم سے سنو کچھ کہو درد و الم اپنا

اک آن میں زندہ نہ ہمیں پاؤ گی صاحب
اسوقت نہ بولو گی تو پچھتاؤ گی صاحب

www.emarsiya.com

۹۶

اُمڈے ہوئے ہیں فوج کے دل تھم نہیں سکتے ہے ولولۂ جنگ و جدل تھم نہیں سکتے
گھر میں نہیں تھمنے کا محل تھم نہیں سکتے کھینچے لئے جاتی ہے اجل تھم نہیں سکتے

مرجائیو بابا کی بھی تحریر یہی ہے
تم رانڈ بنو خواہش تقدیر یہی ہے

۹۷

گھونگھٹ میں بس اب عارضِ انور نہ چھپاؤ بلبل کی نگاہوں سے گلِ تر نہ چھپاؤ
یہ مصحفِ رخ بہرِ پیمبر نہ چھپاؤ ہمدرد سے دردِ دلِ مضطر نہ چھپاؤ

بیبیاں کوئی بات نہ کی تم نے زباں سے
اس بات کی حسرت لئے جائینگے جہاں سے

۹۸

کیوں صورتِ خورشید لرزتا ہے تنِ زار کیوں چاند سے منہ پر عرق آجاتا ہے ہر بار
کیا سوچ ہے کھلتے نہیں کیوں لعل گہربار کیوں بند ہیں آنکھیں صفتِ مردم بیمار

دیکھو تو ادھر ہم سے تمہیں شرم ہے اب کیا
کھلتے نہیں کیوں غنچۂ نرگس یہ سبب کیا

۹۹

صاحب یہ خموشی ہے ستم بات کرو کچھ مہماں ہیں تمہارے کوئی دم بات کرو کچھ
تم کو سرِ شوہر کی قسم بات کرو کچھ جیتے نہیں اب پھرنے کے ہم بات کرو کچھ

میت پہ کئے کچھ سخنِ غم تو ہمیں کیا
بولیں بھی زباں سے اگر اسدم تو ہمیں کیا

۱۰۰

لو بہرِ پیمبر ہمیں مرنے کی رضا دو چڑھ آیا ہے لشکر ہمیں مرنے کی رضا دو
صابر کی ہو دختر ہمیں مرنے کی رضا دو دیر اب نہیں بہتر ہمیں مرنے کی رضا دو

نیرنگ زمانے کے تو مشہور ہیں صاحب
کچھ بس نہیں ہم موت سے مجبور ہیں صاحب

۱۰۱

ناچار ہوئی سن کے یہ قسمیں وہ گل اندام چاہا کہ کہوں کچھ پہ زباں نے نہ کیا کام
کیا بات کا یارا اسے جس پہ ہو یہ آلام وہ حال تھا ہوتا ہے جو کچھ نزع کے ہنگام

نزدیک ہلاکت وہ گرفتارِ محن تھی
رقت تھی گلوگیر حیا قفل دہن تھی

www.emarsiya.com

۱۰۲

آخر یہ کہا کانپتی آواز سے رو کر — کیا پوچھتے ہو کیا کہے یہ بیکس و مضطر
تھم لینے دو آنسو مرے ٹھہرو ابھی دم بھر — بیٹھے صفِ ماتم پہ دلہن والے مقدر
خونِ جگر آنکھوں سے بہانے کو بنی تھی
ہے ہے میں دلہن رانڈ بنانے کو بنی تھی

۱۰۳

شادی کی سحر کو مجھے تقدیر نے لوٹا — منھ ہاتھوں سے پیٹا کبھی سینہ کبھی کوٹا
مجھ پر تو فلک غم کا دلہن بنتے ہی ٹوٹا — پھر کس کا سہارا ہے جو ساتھ آپکا چھوٹا
سر دینے کو سب تیغ و سپر باندھے ہوئے ہیں
بابا بھی تو مرنے پہ کمر باندھے ہوئے ہیں

۱۰۴

جو گزرے سو گزرے تمہیں کیا خیر سدھارو — شکوہ ہے ہمیں کچھ نہ گلا خیر سدھارو
کیوں روتے ہو دی رن کی رضا خیر سدھارو — سہ لینگے رنڈاپے کی جفا خیر سدھارو
غربت میں بچھڑ جاتے ہیں دستور یہی ہے
قیدی ہو دلہن آپکو منظور یہی ہے

۱۰۵

باہم یہ ابھی تھے سخنِ یاس کہ ناگاہ — باجوں کی صدا آئی اٹھے قائم نوشاہ
غش ہو گئی مسند پہ دلہن کھینچ کے اک آہ — سر پیٹتے دوڑے حرم سیّد ذی جاہ
غل پڑ گیا رانڈوں میں دم نوحہ گری ہے
اک شب کا بنا آج چراغ سحری ہے

۱۰۶

چلاتی تھی ماں اے مری جاں میں ترے صدقے — اے فاقہ کش اے تشنہ دہاں میں ترے صدقے
چھوڑا مجھے اے سروِ رواں میں ترے صدقے — حسرت بھرے ناشاد جواں میں ترے صدقے
اشک آنکھوں میں دولہے کے بھی اسوقت بھرے تھے
تر ہو گیا تھا منھ پہ جو رومال دھرے تھے

۱۰۷

روتے رہے سب قائم گلرو نکل آئے — طرح گلستاں سے ادھر بو نکل آئے
آنکھوں سے بہاتے ہوئے آنسو نکل آئے — روتے ہوئے پیچھے شہ خوشخو نکل آئے
حسرت کی نظر سے سوئے قائم نگراں تھے
منھ زرد تھا اور اشک محاسن پہ رواں تھے

www.emarsiya.com

۱۰۸

اُمڈی نظر آئی جو سپاہِ ستم آرا — حضرت کی طرف دیکھ کے وہ شیر پکارا
رخصت ہو تمک خوار جو ہو جائے اِشارا — فرمایا سدھارو وہی حافظ ہے تمہارا

بہتر ہے سفر جلد ہو گر وارِ محن سے
گھر لُٹ گیا زہراؑ کا یہ کہہ دیجیو حسنؑ سے

۱۰۹

اے رشکِ قمر اے مری آغوش کے پالے — دنیا تجھے اندھیر ہے اے گیسوؤں والے
عمّو نے کیا خالقِ اکبر کے حوالے — اللہ لعینوں سے تری جان بچالے

بیدرد ہیں کچھ رحم نہیں اہلِ جفا کو
پڑنے لگیں تیغیں تو بُلا لیجو چچا کو

مسلسل صـ۵۴ پر

www.emarsiya.com

۱۱۰ گھوڑے پہ چڑھے شہؑ کے قدم چوم کے نوشاہ تصویر بنے درد و الم کی شہِ ذیجاہ
ماں ڈیوڑھی سے چلائی کہ اے چودھویں کے ماہ جس طرح دولھن دی ظفر دے تمھیں اللہ
یاد اری مصیبت ہے امام دوسرا پر
بس اب یہی شادی ہے کہ صدقے ہو مچا پر

۱۱۱ لی باگ بڑھا شیر دو دم دوش پہ دھر کے لشکر پہ چلا شہپرِ جاں باز سنور کے
جنگ گاہ میں پہونچا جو طرارے کئی بھر کے ضیغم کی لڑی آنکھ سواروں سے ادھر کے
دل خون ہوئے چھپنے لگیں جانیں جگروں میں
پڑنے لگیں پلکوں کی سنانیں جگروں میں

۱۱۲ گل تھا کہ رخ قاسمِ گلرو کوئی دیکھے یہ عارضِ گلرنگ سمن بو کوئی دیکھے
دیکھے کوئی یہ چشم یہ ابرو کوئی دیکھے یہ عطر ٹپکتے ہوئے گیسو کوئی دیکھے
فردوس کے جانے پہ کمر کو جو گسا ہے
گلگوں بھی نئے دولھا کا پھولوں میں بسا ہے

۱۱۳ گلگوں ہے کہ ہے جلوہ نما قدرتِ باری بو گل کی ہوا پر ہے کہ دولھا کی سواری
فتراک سے لپٹی ہوئی ہے بادِ بہاری حیرت میں گرفتار ہیں آہوے تتاری
یہ شان یہ جاں اور تگاور نہیں رکھتا
فوق اس کو پری پر بھی ہے اور پر نہیں رکھتا

۱۱۴ وہ مرتبہ اس ماہ کا وہ دبدبہ وہ سن انسان تحیر تھے تو ششدر ملک و جن
عشرت کی شب آخر ہوئی رحلت کا ہوا دن لینے کو اجل آئی ہے کچھ غم نہیں لیکن
یوں خوش ہیں کہ معشوق نظر آتا ہے جیسے
یوں جاتے ہیں شادی میں کوئی جاتا ہے جیسے

۱۱۵ سطوت ہے دلیرانہ طوکانہ ہے اجلال شیراز تہور ہے تو شاہانہ ہے اقبال
جرأت کا اشارہ ہے کہ یہ فوج ہے کیا یال گھوڑا سر اٹھاتا ہے کہ دشمن ترے پامال
کہتی ہے سپر آئینہ کہ فتح نما ہوں
تلوار ہوا پر ہے کہ میں بال ہما ہوں

www.emarsiya.com

۱۱۶

وہ ناصیہ ضو جس کی قمر سے بھی فزوں ہے — ابرو وہ کہ سر جس سے مہ نو کا نگوں ہے
زلفیں وہ کہ جن کے لئے پریوں کو جنوں ہے — خوشبو وہ کہ نافے کا جگر رشک سے خوں ہے
صدقے ہے سوادِ ختن اس بن کی زمیں پر
ہے مشک فشاں موج ہوا رن کی زمیں پر

۱۱۷

جچتی ہے اس ابرو کی کماں بھوں کو کہوں کیا — تحقیر ہے تشبیہ مہ نو سے میں دوں کیا
خنجر میں بھی یہ خم نہیں تحریر کروں کیا — محراب کا مضمون دوا کچ ہے لکھوں کیا
بالا ہے جو تشبیہ اسے کیا کوئی جانے
یہ تیغ ہے وہ تیغ جو کھینچی ہے خدا نے

۱۱۸

بیداریٔ شب نرگسی آنکھوں سے ہے پیدا — دیکھو گلِ زہرا ہے انھیں آنکھوں پہ شیدا
پتلی ہے دلِ مردم حق بیں کا سویدا — ہے صف شکنی ناوکِ مژگاں سے ہویدا
توریں کے نشانوں کو الٹ دیں کے پر و بے
یہ تیر اماں دیں گے ہر ایک خود سروں سے

۱۱۹

حسن اپنا دکھاتے ہیں عجب گیسو و رخسار — پائے کسی مہرو نے یہ کب گیسو و رخسار
شام ختن و صبح حلب گیسو و رخسار — نوروز کا دن عید کی شب گیسو و رخسار
کس نے تجھے بخشی یہ چمک بدر سے پوچھو
قدر اس شبِ گیسو کی شب قدر سے پوچھو

۱۲۰

کہئے جو قمر چاند سے رخ کو تو قمر کیا — کیا شمع شب افروز کی ضو نورِ سحر کیا
لالے کی ہے کیا اصل جمالِ گلِ تر کیا — اس نور کی آئینہ روشن کو خبر کیا
دیکھے جو نظر بھر کے یہ کیا منھ ہے کسی کا
آئینہ خورشید میں پرتو ہے اسی کا

۱۲۱

تصویر بنے کی ید قدرت سے بنی ہے — پتلی نہیں گردش میں غزالِ ختنی ہے
یہ رخ ہے کہ آئینہ حسنِ حسنی ہے — لب ہیں کہ عقیق یمنی پر یمنی ہے
ہر بات میں بالا ہے یہ والا گہروں سے
رنگین سخنی پوچھے خونیں جگروں سے

www.emarsiya.com

یہ لب رگِ یاقوت سے رنگیں ہیں فزوں تر کمتر ہے یہاں رنگ میں برگِ گلِ احمر
وصفِ دُرِ دنداں میں زباں کو وہ کرے تر ہو جس کی غذا مثلِ صدف دانۂ گوہر
توصیف خموشی کے سوا ہو نہ سکے گی
موتی بھی جو اگلیں تو ثنا ہو نہ سکے گی

۱۲۳ کنگنا تو ہے عقدِ گہر اور ہاتھ حنائی تاروں کی ہے نزدیک شفق جلوہ نمائی
اک قطعۂ الماس ہے پُر نور کلائی ساعد سے ہویدا یدِ بیضا کی صفائی
خالی ہیں پرے ہاتھ جو قبضے پہ دھرے ہیں
جامے میں سماتے نہیں بازو یہ بھرے ہیں

۱۲۴ تابندہ یہ ناخن نظر آجاتے ہیں جن کو کہتے ہیں ستاروں کی ہوئی روشنی دن کو
ہے عشق کفِ دست جواں اور مُسن کو ہاتھ آئے ہیں اک نور کے دو آئینے ان کو
یکساں ہے صفائی ادھر ایسی ادھر ایسی
منھ دیکھتی ہے فتح جو ہیں ظفر اُس میں

۱۲۵ کس اوج سے لختِ دلِ شاہِ اُمم آیا اقبال سواری میں قدم با قدم آیا
اڑتا ہوا ہر جا فرسِ دورِ دم آیا اور رنگ ہوا پردہ سلیمان حشم آیا
کھولے تھے ابھی لب نہ مبارز طلبی میں
ڈنکا ہوا آمد کا سپاہ عربی میں

۱۲۶ میداں میں صفیں باندھ لیں بیدادگروں نے بڑھ بڑھ کے نشاں کھول دئے ناموروں نے
جلوہ دیا تیغوں کو ادھر بدگہروں نے چلّو میں رکھے تیر ستم خیرہ سروں نے
جنگاہ میں گرجے سپہ شوم کے باجے
بجنے لگے ترک و عرب و روم کے باجے

۱۲۷ بڑھتے ہوئے جب سامنے ناوک فگن آئے منھ سرخ ہوا فیظ میں ابنِ حسن آئے
تلوار کو تولے ہوئے یوں نعرہ زن آئے گویا کہ اُحد پر شہِ خیبر شکن آئے
بے تیغ و تبر فوج کی صف زیر و زبر تھی
جو بیت رجز کی تھی وہ شمشیر دو سر تھی

www.emarsiya.com

۱۲۸ نعرہ تھا کہ دادا مرا سردار عرب ہے — ضرغام خدا نام خدا جس کا لقب ہے
جس شہ کی ولادت کا مکاں خانۂ رب ہے — جز ذات خدا اُس کا شناسا کوئی کب ہے
پردے سے بڑھا ہاتھ جو خالق کے ولی کا
معراج میں احمدؐ پہ کھلا حال علیؑ کا

۱۲۹ نعرہ تھا کہ میں برجِ اسد کا ہوں ستارا — نور اُس کا ہوں جو عرش پہ ہے انجمن آرا
لختِ جگرِ فاطمہؑ زہراؑ کا ہوں پیارا — اُس کا ہوں پسر زہر دغا سے جسے مارا
سرسبز ہوں اس جنگ میں گو تشنہ دہن ہوں
میں سرو قبا پوش گلستانِ حسنؑ ہوں

۱۳۰ سُن سُنکے یہ برسائے جو تیر اہلِ جفا نے — لی میان سے شمشیرِ دو دم شیرِ خدا نے
حملہ کیا چمکا کے فرس قلعہ کشا نے — جاتے دہ کہاں گھیر لیا قہرِ خدا نے
اُس ہول میں یارا تھا کسے جنگ و جدل کا
کا وہ تھا نہ رہوار کا حلقہ تھا اجل کا

۱۳۱ چھپتے نہیں لاکھوں میں نمودار کے جوہر — چمکے ہوئے تھے تیغ شرربار کے جوہر
لڑنے میں کھلے قاسمِ جرار کے جوہر — دکھلا دئے ہر وار میں تلوار کے جوہر
خود کہتی تھی تلوار کہ زبردست ہو ایسا
تب زیر ہوں سرکش جو زبردست ہو ایسا

۱۳۲ تیروں نے جو پیکان دم پیکار اڑائے — ہر وار میں سو فار بھی ہر بار اڑائے
چلے پہ کمانداروں نے رہوار اڑائے — جرار نے بڑھکر سرِ کفار اڑائے
کچ بازوں کے لاشے بھی جگہ چھوڑے ہوئے تھے
مرے پہ بھی تلوار سے منھ موڑے ہوئے تھے

۱۳۳ اُس غول میں موت آئی جدھر آگئی تلوار — ڈھالوں کی گھٹا فرق سے سرکا گئی تلوار
اِک دم میں لہو خاک پہ برسا گئی تلوار — جو آگیا قبضے میں اسے کھا گئی تلوار
تھی ختم صفائی ولبس اس آفت جاں پہ
دیکھا تو نہ منھ پر کہیں خوں تھا نہ زباں پہ

www.emarsiya.com

۱۳۴

بجلی جو گرے سر پہ تو مغفر سے بچے کیا — خود سر کا بدن جوشن و بکتر سے بچے کیا
چار آئینے میں تیغ دلاور سے بچے کیا — فانوس میں ہو شمع تو صرصر سے بچے کیا
جھوکوں سے اجل کے نہیں ممکن کہ مفر ہو
بے سر ہو اگر کوہ کا دامن بھی سپر ہو

۱۳۵

کفار اسیر غضب رب صمد تھے — قاسم شہ مردان سے طلبگار مدد تھے
نعرے وہ نہ تھے ہمہمۂ شیر احد تھے — خشکی میں نہ آہو نہ ترائی میں اسد تھے
تلوار برستی ہوئی ہر سو جو گئی تھی
خوں میں تن دشمن بہتے تھے بہیا یہ نئی تھی

۱۳۶

ہر ضرب میں قاسم جو صفیں توڑ رہے تھے — ساتھ اپنے جوانوں کا جواں چھوڑ رہے تھے
میداں سے کماندار بھی رخ موڑ رہے تھے — تیروں کے عیوض ہاتھ لعیں جوڑ رہے تھے
تھا غیظ میں جگر گوشۂ سلطان زمن کو
لشکر میں نہ ترکش کو اماں تھی نہ کماں کو

۱۳۷

شیراز وہ نعرے وہ شرر باری شمشیر — وہ منھ وہ صفائی وہ جلا داری شمشیر
وہ بل وہ چپ انداز و طرآری شمشیر — وہ تیز دمی اور وہ خونخواری شمشیر
تھا شور نئے رنگ سے رن جیتا ہے دیکھو
ابراس کا غضب ہے کہ لہو پیتا ہے دیکھو

۱۳۸

جس جا صفت شیر الٰہی نظر آئے — روباہ دبکتے ہوئے راہی نظر آئے
یوں زیغ زرہ پوش سپاہی نظر آئے — جس طرح طپاں ریگ پہ ماہی نظر آئے
کہتی تھی زمیں بل تھا اسی صف شکنی پر
اے خاک ستمگر تری روئینہ تنی پر

۱۳۹

منھ بن گیا آیا جو ستمگر کوئی منھ پر — چل جاتی تھی ضربت کوئی سر پر کوئی منھ پر
ٹہتا تھا سپر لے کے بد افتر کوئی منھ پر — رکھ لیتا تھا ہاتھ اپنے جھجک کر کوئی منھ پر
دو ہوتا تھا جب عرض میں وہ خانہ زیں پر
منھ ڈھانپے ہوئے گھوڑے سے گرتا تھا زمیں پر

www.emarsiya.com

۱۴۰

پاتا تھا درستی کا نہ موقع کوئی دستہ — لاشے نظر آتے تھے سواروں کے دو رستہ
ارکان بدن یوں تھے زرہ پوشوں کے خستہ — جس طرح کسی سقف کی کڑیاں ہوں شکستہ
سب خانۂ ہستی کی حدیں چھوٹی ہوئی تھیں
دیواریں بھی چار آئینوں کی ٹوٹی ہوئی تھیں

۱۴۱

کیا شہپ جلالک کی سرعت کروں تحریر — جاتا تھا قاسم کی طرف آنے نہیں دیتا کوئی تیر
گر موج ہوا کہیے تو رخش کی تحقیر — یہ برق جہندہ ہے وہ ابھی ہوئی زنجیر
گرما کے طرار اکیا گھوڑے نے جہاں سے
گویا کہ پریزاد اڑا عالم جاں سے

۱۴۲

سب مرکبوں سے تند ہے سب تازیوں سے تیز — ذرّے کو نہ جنبش ہو جگہ سے وہ سبک خیز
پریاں بھی ہیں الجھی ہوئی یاں ایسی دل آویز — نازک بدن ایسا کہ سناں ہے جسے ہمیز
تھمی لئے راکب جو چڑھے خانۂ زیں پہ
غصّے سے اڑے یوں کہ پھر اترے نہ زمیں پہ

۱۴۳

شکل اس کی جو پتھر پہ کوئی ثانیٔ ارژنگ — کھینچے تو دکھائے اسے تصویر نیا رنگ
بالائے ہوا طائرِ وحشی بھی رہیں دنگ — کاغذ کی طرح خود بخود اڑنے لگے وہ سنگ
دے ساتھ یہ مقدار نہ ہو مرغ نظر کا
رہوار ہے یہ فخر سلیماں کے پسر کا

۱۴۴

جب جم کے اڑا شام کے لشکر میں در آیا — پلٹا تو ادھر مثلِ نسیم سحر آیا
آفت تھی کنوتی کو بدلتا جدھر آیا — سُم رکھ دیے سینے پہ جو بسمل نظر آیا
لی سانس تو روندا تنِ پرخوں کو جری نے
یوں پاؤں حنائی کیے اس رشکِ پری نے

۱۴۵

جب میمنۂ میسرہ برہم نظر آئے — حیدرؑ کی طرح قلب میں لشکر کے در آئے
نعرہ کیا یہ شمر کدھر ہے ادھر آئے — سرکردۂ لشکر جو ہے وہ خیرہ سر آئے
بے فتح قدم رن سے ہمارے نہ ہٹیں گے
سردار کو بے جان سے مارے نہ ہٹیں گے

www.emarsiya.com

۱۴۶

بیٹوں سے اشارہ کیا ارزق نے کہ جاؤ — سردار کو اس شیر کے پنجے سے بچاؤ
پھر نام ہے فوجوں میں ظفر اس پہ جو پاؤ — تم چار ہو وہ ایک ہے سر کاٹ کے لاؤ
تیروں سے جو زخمی نہ ہو شمشیر سے لڑنا
جرّار ہے وہ گھات سے تدبیر سے لڑنا

۱۴۷

چاروں وہ ستمگار اُڑا کر فرس آئے — مردود گرفتار ہوا و ہوس آئے
لڑنے کو سوئے قاسمؑ عیسیٰؑ نفس آئے — دو آئے چپ و راس تو دو پیش و پس آئے
خود بھیجدیا باپ نے شمشیر کے منھ پر
لے آئی شکاروں کو اجل شیر کے منھ پر

۱۴۸

بشاش تھے کچھ ان کو تردّد تھا نہ وسواس — اک کھیل تھا وہ معرکہ بھولے ہوئے تھے پیاس
گھوڑا کبھی چاروں سے الگ تھا تو کبھی پاس — پھرتی تھی نظر رن میں پس و پیش و چپ و راس
جھپکی ہیں کہیں صاحب شمشیر کی آنکھیں
تھیں چار غزالوں کی طرف شیر کی آنکھیں

۱۴۹
مطلع پنجم

اے تیغ زباں سیف کا پرتو مجھے دکھلا — بجلی سے بھی کچھ تیز ہو وہ ضو مجھے دکھلا
شبدیز طبیعت کی تگ و دو مجھے دکھلا — صف بستہ سپاہِ سخنِ نو مجھے دکھلا
بندش ہو وہ بندش جو کسی سے نہ لڑی ہو
ہیں چار زرہ پوش ہر اک چوٹ کڑی ہو

۱۵۰

گرز ایک کے تھا ہاتھ میں اور ایک کے تلوار — تولے ہوئے تھا ایک شقی نیزۂ خونخوار
چلّے سے ملائے تھا خدنگ ایک خطا کار — گرما کے تگاور کو بڑھے قاسمِ جرّار
رُکتے ہیں کہیں ہاتھ شجاعانِ عرب کے
یوں سیف ہلائی کہ جگر ہل گئے سب کے

۱۵۱

بجلی کی تڑپ رخش کی چھل بل نے دکھائی — تاروں کی چمک دھوپ میں بے کل نے دکھائی
شمشیر اجل تیغ کے کس بل نے دکھائی — چاروں میں نہ جرأت بھی کسی پل نے دکھائی
خوں گھٹ گیا مجروح جسد ہو گئے انکے
حربے بھی کٹے وار بھی رد ہو گئے انکے

www.emarsiya.com

۱۵۲

اک تیغِ دو دستی کا جو قاسمؑ نے کیا وار سالم تھے جو دو مصرعِ اولیٰ وہ ہوئے چار
پھر ثالث و رابع پہ چلی تیغ شرر بار وہ طول میں دو تھا تو عرض میں یہ سیہ کار
نے صدر نظر آئے نہ گردن نظر آئی
مہمل جو رباعی تھی مثمن نظر آئی

۱۵۳

اک دم میں جو یوں چار پسر ہو گئے فی النّار بیتاب ہوا ازرقِ مردود سیہ کار
مانند سپر داغ کلیجے میں پڑے چار سردار کے بے حکم بڑھا چھیڑ کے رہوار
شبدیز دبا جاتا تھا لنگر سے لعیں کے
ہر گام پہ ہلتے تھے طبق رَن کی زمیں کے

۱۵۴

اک گنبدِ فولاد تھا وہ خود سرِ ناری پتھر کی چٹانوں سے بھی چار آئینہ بھاری
نیزہ وہ انی جس کی جگر دوز کٹاری تیغہ وہ کہ لوہے کی سپر جس سے ہو عاری
سُرمہ ہو جبل گرز گراں دوش ایسا
فرہاد کے تیشے کو تراشے تبر ایسا

۱۵۵

جھیلے ہوئے کڑیاں زرہِ ظالمِ بے پیر اک دیو تہہِ دام تھا تولے ہوئے شمشیر
لپٹی ہوئی تھی گردِ کمر موت کی زنجیر انسان تھا کہ تھی پیل سیہ مست کی تصویر
نازاں تھا لعیں تیغ کے اور ہاتھ کے کس پر
کف منھ میں بھرے جھومتا آتا تھا فرس پر

۱۵۶

دعویٰ کہ ہوں مشہور جہاں ازرقِ شامی کم ہے سپہ شام میں مجھ سا کوئی نامی
جب رَن پہ میں چڑھتا ہوں اترتی ہے سلامی جرأت مری یاور ہے شجاعت مری حامی
کس جنگ میں بات اپنی نباہی نہیں میں نے
فوجوں سے حمایت کبھی چاہی نہیں میں نے

اس تیغ سے شیروں کے کلیجے ہیں دریدہ پیکر میں دلیروں کے سدا زخم رسیدہ
کھینچو جو کماں خاطرِ ارجن ہو کشیدہ نعرہ جو کروں سر ہوں پہاڑوں کے خمیدہ
پیراہنِ جرأت کو بشر پھاڑ کے بھاگے
گر دیو مقابل ہو تو چنگھاڑ کے بھاگے

۱۵۸

یہ تیغ سر کٹی نہیں جب تک کہ نہ لے سر — دشمن سے یہ ہر دم متقاضی ہے کہ دے سر
چل سکتا ہے نہ تیر نہ اٹھ سکتی ہے سیپر — صدہا ہوئے بید ست ہزاروں ہوئے بے سر
ہاں سر کسی دولہا کا اتارا نہیں میں نے
اک رات کا بیاہا کوئی مارا نہیں میں نے

۱۵۹

تو نے مرے بیٹوں کو جو مارا دم پیکار — کچھ غم نہیں مر جاتے ہیں تلوار سے جرار
چل جائے گا اس تیغ کا اوچھا سا جو اک وار — بچہ ہے سنبھلنا تجھے ہو جائے گا دشوار
کچھ سن نہیں لڑکوں میں ابھی میل کے دن ہیں
جا خیمے میں پھر جا کہ ترے کھیل کے دن ہیں

۱۶۰

نعرہ کیا قاسم نے کہ کیا بکتا ہے واہی — بودا ہے وہ غرا جو کرے مرد سپاہی
غافل تجھے گھیرے ہوئے ہے قہر الٰہی — آجاتی ہے اک آن میں فوجوں پہ تباہی
گر گر کے بلندی سے ہوئے پست ہزاروں
ہیں زیر زمیں تجھ سے زبردست ہزاروں

۱۶۱

رستم ہے نہ سہراب نہ ضرغام ہے نہ سام — دوزخ میں جو مرحب ہے تو ہے گور میں بہرام
مغرور نہ ہو زور پہ اے پیل بد انجام — اس گھر کے ہیں سب خورد و کلاں صاحب صمصام
ہٹتے ہیں کہیں مالک شمشیر کے بچے
بچے بھی وہ بچے کہ جو ہیں شیر کے بچے

۱۶۲

ہم جان پہ کھیلے ہوئے ہیں جاں ہے کیا مال — جرأت تو جوانوں کی ہے گو کم ہے سن و سال
یوں قہر بدن کو ترے کر دیتے ہیں پامال — جس طرح گھروندے کو مٹا دیتے ہیں اطفال
کس بحر کو یہ تیغ دو دم جھیل رہی ہے
ہٹ جا کہ ترے سر پہ اجل کھیل رہی ہے

۱۶۳

او کافر مغرور کدھر ہوش ہے تیرا — کھل جائے گا گو جسم زرہ پوش ہے تیرا
کیا تیغ تری کیا یہ تن و توش ہے تیرا — اک وار میں چورنگ ببر دوش ہے تیرا
پتے بھی فزاں دیدہ چمن کے نہ ہلیں گے
ڈھونڈھیں گے تو ٹکڑے ترے تن کے نہ ملیں گے

www.emarsiya.com

۱۶۴ مرجانے نے بیٹوں کے تجھے کر دیا مبہوت — واں ہیں وہ کہ مشہور ہے جو دادیٔ برہوت
خاکستر سوزاں کا کفن آگ کا تابوت — سر پر ہے ترے بھی اجل مبرم و موقوت
جو خار ہے وہ ظلم کے خاروں سے ملے گا
شبدر نہ ہو تو بھی انھیں چاروں سے ملے گا

۱۶۵ باطن میں ہے کمزور پہ ظاہر ہے توانا — او تیرہ دروں ڈھال سے رخ کو نہ چھپانا
یاں داغ شجاعت ہے سپر چہرے پہ لانا — اس تیغ کا جو وار چلے منھ پہ وہ کھانا
او مردم بے عقل و ہنر آنکھ نہ جھپکے
پتلی پہ لگے تیر مگر آنکھ نہ جھپکے

۱۶۶ سرکش نے کماں دوش سے لی سنکے یہ تقریر — سب میں مرا آمد تھا وہ چلے میں رکھا تیر
نوشاہ نے گھوڑے کو اڑایا سوئے بے پیر — کڑکی جو کماں اٹھ کے گری بن سی شمشیر
قربان جگر گوشۂ سلطان زماں پر
پیکاں نہ سری پر تھا نہ سینہ تھی نماں پر

۱۶۷ لڑنے لگیں بالائے ہوا پھر تو سنانیں — اک قہر تھیں نیزوں کی وہ تکانیں
مرغان ہوا اٹھ کے بچانے لگے جانیں — گرما کے نکل آئیں سمندوں کی زبانیں
گرد اڑتی تھی ٹاپوں میں زمین و فلک تھی
انسان کا تو کیا ذکر ہوا خاک بسر تھی

۱۶۸ نعرہ کیا سرکش نے سنا سامنے لاکر — ہے شرط کہ پٹکوں تجھے گھوڑے سے اٹھا کر
شمشیر علم شیر نے کی غیظ میں آکر — خط کھینچ دیا فتح کا تلوار نے جاکر
ترچھی جو پھری طول میں کم ہو گیا نیزا
خامے کی طرح صاف قلم ہو گیا نیزا

۱۶۹ دولہا نے کہا نیزۂ خطی کی خبر لے — لے شاخ شکستہ کا سر دست ثمر لے
تنکے کو پٹک ہاتھ میں شمشیر دبر لے — ہاں گرز اٹھا زین نگاہ اسے تبر لے
آب دم شمشیر کا پھر شور دکھائیں
رد کر لیں یہ حربے بھی تو ہم زور دکھائیں

www.emarsiya.com

۱۷۰
دوڑا کے فرس گرز ستمگار نے مارا — سب سمجھے کہ نوشاہ کو خونخوار نے مارا
تلوار کا ہاتھ اس کو نہ جرار نے مارا — پنجہ اسد حیدر کرار نے مارا
کیا زور چلے شیر کلائی کو جو مسکے
وہ گرز گرا ہاتھ سے پٹھے پہ فرس کے

۱۷۱
برچھنگ جو یہ ظالم خودسر نے اٹھائی — تلوار غضب ہو کے ستمگر نے اٹھائی
لیکن نہ سپر دلبر شبیر نے اٹھائی — گردن فرس آئینہ پیکر نے اٹھائی
فتراک اڑی کیا کہ نکل آئے گھنے پر
طاؤس بنا دم کو چنور کر کے بنے پر

۱۷۲
اے تیغ سلیمان جہاں دیو کو دو کر — کافر کے سراپا کو جلا صاعقہ ہو کر
پھل پائے عدو تخم بدی خاک میں بو کر — اوچھا سا بھی ہے وار ترا موت کی ٹھوکر
ہلجائیں دو عالم وہ پڑے ضرب لعیں پر
تلوار جو ٹھہرے تو پر روح امیں پر

۱۷۳
اے تیغ یداللہ سر کفر پہ چل جا — اے اژدر جانسوز منافق کو نگل جا
اے برق غضب کوند تو سن سے نکل جا — اے جان حسن تیغ کو چمکا کے سنبھل جا
صفدر تجھے پالا ہے ولی ابن ولی نے
غل ہو کہ یوہیں عمرو کو مارا ہے علیؑ نے

۱۷۴
ہاں وار کر اے رات کے جاگے ہوئے دولہا — دکھلا ہنر اے رات کے جاگے ہوئے دولہا
کاٹ اس کا سر اے رات کے جاگے ہوئے دولہا — آئی ظفر اے رات کے جاگے ہوئے دولہا
مانند یداللہ شجاعت کا دھنی ہے
کر دے اسے چودنگ کہ تو پنجتنی ہے

۱۷۵
وہ دیو بڑھا واں سے بجرار ادھر سے — مرحب ہوا آدھر حیدر کرار ادھر سے
اڑ کر گیا رہوار پہ رہوار ادھر سے — چلنے لگی تلوار پہ تلوار ادھر سے
ہر ہاتھ میں بڑھنے لگیں گھٹنے لگیں ڈھالیں
سینے جو سپر کر دے کٹنے لگیں ڈھالیں

www.emarsiya.com

۱۷۶ دو بجلیاں سینوں پہ کبھی تھیں کبھی سر پہ — کوندی جو وہ مغفر پہ تو بس چمکی یہ سر پہ
خالی گئی جب آئی وہ تلوار کمر پر — پھر آئی یہ خط کھینچ کے ظالم کے جگر پہ
اس خط سے یہ مطلب تھا کہ جب آنکھ لڑے گی
ہاں یاد رکھ ابکی یہیں تلوار پڑے گی

۱۷۷ جب ہانپتا تھا وہ تو یہ فرماتے تھے تھم کر — سیدھا ہو فرس پر سر و گردن کو نہ خم کر
مردود تھے نااہل تھے بیٹوں کا نہ غم کر — سرسبز جو ہوتا ہے تو لڑکھیت ہیں جم کر
دانا ہے مگر طرز وغا بھول گیا ہے
کس طرح پھکے گا ترا دم بھول گیا ہے

۱۷۸ فربہ ہے غضب جسم کہ جسکی نہیں کچھ حد — سب عرض میں اور طول میں یکساں ہے ترا قد
سر بر نہیں ہونے کا تو لاکھ کرے کد — جو وار چلیگا ترا کر دیں گے اسے رد
کیا ہوگا بدن کو جو سمیٹا ہے ستمگر
بیٹوں سے بھی تو زور میں ہٹا ہے ستمگر

۱۷۹ کیا ہو گیا ظالم وہ تکبر وہ ترا زور — ہے بے نمکی جنگ میں آمد میں تھا وہ شور
ظاہر میں تو بینا ہے پہ باطن میں ہے تو کور — آغوش ترے شوق میں کھولے ہوئے ہے گور
ثابت ہوا ہم پر کہ اجل آئی ہے تیری
او کلب زباں منہ سے نکل آئی ہے تیری

۱۸۰ اس فوج میں مشہور ہے تو مرحب ثانی — خاموش ہے کیوں کیا ہوئی وہ چرب زبانی
سیراب ہے تو نہر سے او ظلم کے بانی — ہم نے تو کئی روز سے پایا نہیں پانی
شکوے کا مگر حرف بھی لب پہ نہیں آیا
دو لہا ہیں پہ شربت بھی میسر نہیں آیا

۱۸۱ شمسیر فصاحت کے پیا پے جو چلے وار — کٹ کٹ گیا مر مر گیا وہ ظالم خونخوار
پھر فرط حمیت سے بڑھا داب کے رہوار — کوشش ہوئی آفت کی چلی قہر کی تلوار
گرد اڑتی تھی لرزہ تھا بیابان بلا کو
چلنے کی کہیں راہ نہ ملتی تھی ہوا کو

www.emarsiya.com

۱۸۲ رہوار سبک سر تھا جو بجلی سے بھی کچھ تیز پھرنے میں نہ اس کو نہ اسے حاجتِ مہمیز
منھ تیغوں کے مثل دم اژدر تھے شرر ریز صحرائے قیامت تھا وہ میدانِ بلا خیز
شیروں کے دہلتے تھے دلِ آوازِ دہل سے
ہلتا تھا بیاباں عربی باجوں کے غل سے

۱۸۳ نوشاہ نے تلوار کا اک ہاتھ جو مارا چہرے پہ سپر رکھ کے دبا وہ رستم آرا
دھار اس کی نہ تھی بحرِ فنا کا تھا وہ دھارا ٹکڑے تھے سپر کے سر و سینہ تھا دو پارا
کیا آب تھی تلوار میں کیا ہاتھ میں کس تھا
جوشن تھا نہ زنجیر کمر تھی نہ فرس تھا

۱۸۴ عباسؑ پکارے کہ جگر بند حسنؑ واہ یہ ضربِ یداللہ تھی اے قلعہ شکن واہ
دکھلا دیا دادا کی لڑائی کا چلن واہ اے رات کے جاگے ہوئے اے تشنہ دہن واہ
سب فوج کے سر جھک گئے اس گبر کو مارا
مرحب کو تہہ تیغ کیا دیو کو مارا

۱۸۵ اکبرؑ نے کہا سلمک اللہ برادر اعجاز تھا یہ ضرب نہ تھی واہ برادر
اے ملکِ شجاعت کے شہنشاہ برادر نصرت ہے مبارک ہو ایہ بیاہ برادر
یہ سہرا نہ بھولے گا جو شہ زور رہے گا
کونین میں اس ضرب کا بھی شور رہے گا

۱۸۶ تسلیم کی اور غیظ میں پھر فوج پہ آئے لاشیں اس کی کچلتے ہوئے لشکر میں در آئے
نیزوں کے نیستاں کی طرف بے سپر آئے مشتاقِ شہادت ادھر آئے ادھر آئے
دل کھل گیا دیکھے جو گل زخم بدن کے
موت آئی بنے کی دلھن اک رات کی بن کے

۱۸۷ فوجیں جو بڑھیں شام کی دن ہو گیا کالا اندھیر تھا ہوتا نہ اگر رخ کا اجالا
صف پر جو صف آئی کوئی رسالے پہ رسالا شمشیر پہ شمشیر چلی بھالے پہ بھالا
خوں ریزی پہ سب تیغ و خنجر بھی بہم تھے
پیاسے پہ یہ آفت تھی یہ دولہا پہ ستم تھے

www.emarsiya.com

۱۸۸

تیغیں وہ اپنی اور وہ فوج کے ریلے — فولاد کے دریا کو کہاں تک کوئی جھیلے
یا یا نہ کہیں امن بہت جان پہ کھیلے — ظالم وہ یہ مظلوم وہ لاکھوں یہ اکیلے
رخ پر نہ جھلم اوٹ نہ چہرے پہ سپر کی
تلوار پڑی منھ پہ جدھر مڑ کے نظر کی

۱۸۹

اس پر بھی نہ ابرو پہ بہادر کے بل آیا — ہمت میں جرأت میں ... سر مو خلل آیا
سینے پہ سناں کھائی پیام اجل آیا — نیزہ جو لگا توڑ کے پہلو نکل آیا
صدمہ وہ ہوا قلب پہ اس تشنہ دہن کے
جوہر ... گذرا تھا کلیجے پہ حسن کے

۱۹۰

رہوار کی گردن سے لپٹ کر یہ پکارے — کہدے کوئی جلد آئیں چچا جان ہمارے
وہ گھاؤ لگا ہے کہ ہوئے گور کنارے — دم تن سے نکلتا ہے بس اب درد کے مارے
اکدم میں یہ فریاد یہ زاری نہ سنے گا
آواز بھی اب کوئی ہماری نہ سنے گا

۱۹۱

خاموش ہوئے رکھ کے جو ہاتھوں کو جگر پر — جلادوں کا نرغہ ہوا شبّر کے قمر پر
اک تیغ پڑی دوش پہ اک تیغ کمر پر — مارا کسی ظالم نے تبر دوڑ کے سر پر
گھوڑے سے گرے جب تو ہلاکت کے قریں تھے
سہرا کہیں دستار کہیں ہاتھ کہیں تھے

۱۹۲

لشکر میں ہوا غل دہل فتح بجاؤ — ہاں قاتلِ ارزق کا گلا کاٹنے جاؤ
بزم پسر سعد میں سر دولھا کا لاؤ — حضرت ہیں کہاں بڑھ کے صدا دو کہ اب آؤ
دم حلق میں پیاسے کے اٹکتے ہوئے دیکھیں
اک رات کے دولہا کو سسکتے ہوئے دیکھیں

۱۹۳

منھ پیٹتے مقتل میں شہ بحر و بر آئے — چاک اپنا گریباں کئے ننگے سر آئے
نیزہ لئے ہمشکل نبی نوحہ گر آئے — عباس سنبھالے ہوئے شمشیر و سپر آئے
دیکھا صفتِ شیر ستمگاروں کو تن کے
حملہ کیا قاتل پہ جگر بندِ حسن کے

۱۹۴ اک تہلکہ برپا ہوا بھاگے جو بد افعال گھوڑے سے گلِ باغِ حسنؑ ہو گیا پامال
دیکھا شہِ مظلوم نے دولہا کا عجب حال ٹاپوں کے نشاں سینے پہ ملبوس بدن لال
منھ زرد تھا زخموں کے دہن خوں سے بھرے تھے
مہندی لگے ہاتھوں کو کلیجے پہ دھرے تھے

۱۹۵ آنکھیں تو پھریں خاک پہ ڈھلکی ہوئی گردن تیروں کے ہزاروں تنِ صد چاک میں روزن
افراطِ جراحت سے بدن غیرتِ گلشن پر گردِ قبا زخموں کے پھیلے ہوئے دامن
پہلو میں سنانیں تھیں تو پیکاں تھے گلو میں
ٹکڑے جو الگ تھے وہ تڑپتے تھے لہو میں

۱۹۶ دم آنکھوں میں اٹکا تھا کہ حضرت نے پکارا مارے انھیں اللہ جنھوں نے تجھے مارا
غنچے کی طرح کرکے تبسم وہ دلآرا بس گلشنِ جنت کے بسانے کو سدھارا
افسوس کہ پیاسے ہوئے اک شیر کے بچے تھے
وہ ساتھ گئے دل میں جو ارمان بھرے تھے

۱۹۷ شبیرؑ تڑپتے تھے کہ بیوہ ہوئی بے آس روتے تھے برادر کو سنبھالے ہوئے عباسؑ
ہمشکلِ پیمبرؐ نے یہ کی عرض بصد یاس لے چلیے بس اب لاش کو دولہا کے نہ پاس
مر جائے نہ صدمے سے یہ تشویش بڑی ہے
ماں کو کہو پکڑے ہوئے ڈیوڑھی پہ کھڑی ہے

۱۹۸ یوں لاش کو فرزندِ پیمبرؐ نے اٹھایا ہاتھوں پہ کمر کو شہِ بے پر نے اٹھایا
سر خاک سے عباسِ دلاور نے اٹھایا ٹکڑے جو الگ تھے انھیں اکبرؑ نے اٹھایا
شبیرؑ کی عبا میں تنِ صد پاس کو لائے
یوں ڈیوڑھی پہ شاہِ شہدا لاش کو لائے

۱۹۹ غل پڑ گیا آئی بنے قاسم کی سواری روتی صفِ ماتم سے اٹھیں بی بیاں ساری
فق ہو گئی گھونگھٹ میں دلہن درد کی ماری سر پیٹتی فضہ در خیمہ سے پکاری
غفلت میں خبر کچھ نہیں انکو سر دیا کی
بند آنکھیں کیے سوتے ہیں گودی میں چچا کی

www.emarsiya.com

۲۰۰ باہر گئے شہ لاش کو مسند پہ لٹا کر ماں کھولے ہوئے بال گری خاک پہ آکر
کبرا سے کہا بالی سکینہ نے یہ جا کر لو آئے ہیں مقتل سے بنے فوں میں نہا کر
تم دیکھ لو ماتم کو حرم گرد کھڑے ہیں
وہ بیاہ کی مسند پہ جگر تھامے پڑے ہیں

۲۰۱ یہ سن کے جگر ہل گیا منھ صبر نے موڑا چہرے پہ ملی خاک عزا سہرے کو توڑا
معلوم ہوا بر میں کفن بیاہ کا جوڑا ٹکڑے کو بھی سر کا دیا مسند کو بھی چھوڑا
دم گھٹنے لگا بی بیاں جب گھیر کے بیٹھیں
رونے کے لئے خاک پہ منھ پھیر کے بیٹھیں

۲۰۲ ماں سے کہا اماں مجھے رونے کی رضا دو کیا کہہ کے دلہن دولہا کو روتی ہے بتا دو
چادر کوئی میلی سی اگر ہوئے تو لا دو رانڈیں جو پہنتی ہیں وہ پوشاک پہنا دو
ماتم ہے بپا سینہ زنی چاہیئے مجھکو
اب سوگ میں کالی کفنی چاہیئے مجھکو

۲۰۳ ماں نے کہا دل کھول کے رو اے مری دختر بٹھلا دیا زینبؑ نے اسے لاش پہ لاکر
لٹکائے ہوئے چہرے پہ رنڈسالے کی چادر کرنے لگی یہ بین دلہن جھک کے قدم پر
ہے ہے کہیں تیغوں سے نہ دفنا ہو ماتم کو
کیا شکل بنا لائے بنے کیا ہوا تم کو

۲۰۴ دولہا بنے اس اجڑے ہوئے گھر کو تو دیکھو ماتم میں برا حال ہے مادر کو تو دیکھو
منھ پیٹتی ہیں شاہؑ کی خواہر کو تو دیکھو اپنی نئی بیوہ کے کھلے سر کو تو دیکھو
افشاں ہے نہ سہرا نہ وہ پوشاک ہے صاحب
بالوں پہ بھی چہرے پہ بھی اب خاک ہے صاحب

۲۰۵ رنگیں یہ قبا آپ تو پہنے ہوئے آئے سادے ہمیں کپڑے ہیں یہ رانڈوں کے بنائے
زخموں کے ترو تازہ یہ گل آپ کو بھائے گہنا بھی نہ پھولوں کا دلھن کے لئے لائے
بیوہ بنی کیا خوب مقدر ہے ہمارا
اب ہاتھ رسن میں ہوں یہ زیور ہے ہمارا

www.emarsiya.com

۲۰۶

تقدیر نے کیسا مجھے یہ خواب دکھایا — یاں آنکھ جھپک کر جو کھلی تم کو نہ پایا
کیا بن گئی کچھ حال بھی آکر نہ سنایا — جانا تھا اُدھر گھر سے کہ لاشہ اِدھر آیا
جاگے ہوئے تھے فاقہ پہ دم توڑ کے سوئے
بیوہ کی خطا کیا ہے جو منھ موڑ کے سوئے

۲۰۷

یہ کہہ کے جو غش ہو گئی وہ غم کی ستائی — بانو نے کہا مر گئی ہے ہے مری جائی
اک تازہ قیامت حرم شاہ میں آئی — آئے شہِ دیں دوڑ کے اور لاش اٹھائی
سب پیٹتے تھے دیکھ کے بیہوش دلہن کو
تھا غل کہ کفن بھی نہ ملا ابنِ حسن کو

مونس یہ نیا رنگ یہ مضمون کے نئے گل — دیکھے تو گلستاں میں پھڑکنے لگے بلبل
آہوں کا کہیں شور ہے نالوں کا کہیں غل — خوں ہو گئے کس دل کو ہے اب تابِ تحمل
ہرگز نہ سنے تھے کبھی رنگیں سخن ایسے
ہوں لختِ جگر نذرِ حسین و حسن ایسے